مکالمہ بین المسالک ــــــ علماء کی آراء کا جائزہ

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس☆

Abstract:

"Dialogue is one of the best tools to settle the conflicts and differences of opinions. Islam encourages dialogue as it stress on consultation to mature different affairs. Dialogue among different schools of thought in Islam is need of hour to develop harmony and peace in society. Religious clerics of different schools have contributed to stimulate dialogue and its importance. In this article opinions of religious clerics are being analyzed."

Keywords: Dialogue, schools of thought, religious clerics.

مکالمہ کا مقصد کسی قضیہ کی تفہیم وتشریح، غلط فہمیوں کا ازالہ اور نتیجہ خیزی تک رسائی ہے۔ تصفیہ طلب مسائل کی رکاوٹوں کو بھی مکالمہ کے ذریعہ ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم سے پتا چلتا ہے کہ پہلا مکالمہ ملائکہ کا خالقِ کائنات سے ہوا۔(۱) ہر نبی اور رسول کا اپنی اپنی قوم سے مکالمہ ہوا۔ ان مکالمات کی نوعیت عام طور پر ''دعوتی'' تھی۔ نبی ءآخرالزماں کی سیرت و کردار نے مکالمہ کی حدود و قیود، دائرۂ کار اور ضرورت وافادیت کو واضح کیا۔ عرب قبائل سے مکالمہ کی کئی مثالیں کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب نے مکالمہ کی راہ سے مشکلات کو عبور کیا۔ شاہِ حبشہ کے دربار میں حضرت جعفر کا طرزِ عمل اس کی خوبصورت مثال ہے۔(۲) آئمہ حدیث وفقہ کے ہاں مکالمات کی مثالیں دستیاب ہیں۔ فقہ حنفی کا وجود اصحابِ علم وعمل کے مکالمات سے وجود میں آیا جس میں شرکاء مکالمہ کی اپنی اپنی رائے ہونے کے باوجود، ایک حتمی نتیجہ ضرور سامنے آتا ہے۔

آج ہمارے ہاں مختلف قسم کی افتراعات کا وجود پایا جاتا ہے۔ ان اختلافات وافتراعات کی خلیج ذاتی مفادات، سیاسی مصالح، قیادت کے فقدان، اور سب سے بڑھ کر علم، عمل اور تقویٰ کی کمی کی وجہ سے وسیع ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے اثرات ہمارے معاشرتی، معاشی اور مذہبی گوشوں پر پڑ رہے ہیں۔ سب سے زیادہ دینی طبقہ اور دینی تعلیم مقامی اور عالمی سطح پر طعن وتشنیع کا نشانہ بنی۔ ان حالات میں علماء

☆ ڈین فیکلٹی آف اِسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

نے مختلف سطحوں پر اور مختلف اوقات میں ''ضابطہ ہائے اخلاق'' تشکیل دیئے۔ یہ اخلاقی ضوابط دراصل مختلف مکاتب ومسالک کے درمیان مکالمہ کے اساسی رہنما اصول ہیں۔ اس سلسلہ میں انفرادی، حکومتی یا اجتماعی سطح پر جو تجاویز سامنے آئی ہیں۔ ان کی روشنی میں مکالمہ کے لیے مربوط و قابلِ عمل کاوشیں کی جاسکتی ہیں۔ چند ایسے ضابطہ ہائے اخلاق/تجاویز برائے اتحاد درج ذیل ہیں:

(ا)۔ مولانا عبدالستار نیازی کے چار نکات

۱۹۸۲ء میں مولانا عبدالستار نیازی (م:۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) نے درج ذیل چار نکات پیش کیے جو مکالمہ کے حوالہ سے اہم ہیں:

۱۔ پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔

۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابری کی عظمت اور مرتبے کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ تمام اکابر علماء دیوبند بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت حاجی صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ برصغیر یا عالمِ اسلام میں جس قدر اختلافی مسائل پائے جاتے ہیں۔ سب کا جامع و مانع حل انھوں نے پیش کر دیا ہے اگر تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور متبعین حاجی صاحب کی تصنیف ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو حکم مان لیں تو فرقہ وارانہ اختلافات چشمِ زدن میں ختم ہوسکتے ہیں۔

۳۔ علماء دیوبند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب ''المھند علی المفند'' مصنفہ مولانا خلیل انبیٹھوی کی جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیفات ''حسام الحرمین'' اور ''الدولتہ المکی'' کے جواب میں شائع ہوئیں۔ جس میں انھوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے، ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ اِس پس منظر میں علماء دیوبند ''المھند'' میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کر لیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد و نظریات کا نہایت ہی معقول و مدلل جواب مِل سکتا ہے اپنے اِس عقائد نامہ کو حکم ماننے کے بعد دوسرا کام یہ کریں کہ پبلک پلیٹ فارم سے اپنے مخالفین کے خلاف طعن و تشنیع سے مکمّل اجتناب کریں۔

۴۔ انگریزی محاورہ ہے زندہ رہو اور زندہ رہنے دو۔ (۳)

ب۔ اسلامی متحدہ کونسل کی مکالمہ کے لیے آراء

کل پاکستان اسلامی متحدہ کونسل کے زیرِ اہتمام منعقدہ سندھ کنونشن برائے اتحاد بین المسلمین

مؤرخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء میں درج ذیل قراردادیں پیش کی گئیں۔ یہ نکات بھی مکالمہ بین المسالک کے لیے اصول/تجاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان نکات کو مولانا عبدالستار نیازی کے تبصرہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اہلِ بیت اطہار، اُمہات المؤمنین اور مقتدایانِ اُمت کی شان میں گستاخانہ الفاظ و اشارات استعمال کرنے والوں سے سختی سے نپٹا جائے۔

۱۔ ہر ایسی کتاب کی اشاعت اور اشتہارات، پمفلٹ و لیبل وغیرہ کی طباعت سے مکمّل گریز کیا جائے، جس سے مسلمانوں کے کسی بھی مسلک کی دِل آزاری ہوتی ہے۔

۲۔ اِسی طرح جلسوں، محافل اور مجالس و تقریبات میں ایسی کتاب کے حوالوں سے گریز کیا جائے جس سے مسلمانوں کے کسی بھی مسلمہ مسلک کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

۳۔ مذہبی مقامات کا تقدس اور احترام ہر مسلمان پر لازم تصوّر کیا جائے۔

۴۔ ایسے اِجتماعات اور مظاہروں سے اجتناب کیا جائے جن سے کسی بھی مسلمہ مسلک کی دل آزاری ہوتی ہو۔

۵۔ ان تجاویز کی روشنی میں حکومت ایسے قوانین نافذ کرے جن کی رُو سے مسلمانوں میں اِنتشار پھیلانے والوں کو سخت سزا دی جائے۔

۶۔ امنِ عامہ کی ذمہ داری مشینری سے کالی بھیڑوں کو چھانٹنے کی ضرورت ہے۔

مولانا نیازی نے ان تجاویز کو نقل کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا:

> ’’ہمارا مشورہ یہ ہے کہ حکومت تحریر و تقریر کا زبردست احتساب کرے۔ اپنی ساری مشینری اِس بات پر لگا دے کہ کسی کی زبان اور قلم سے کوئی ناشائستہ اور دِل آزار جملہ نہ نکل سکے۔ دوسرے تاریخی و علمی تحقیق کی رُو سے ہم نے الموافقات کا باب لکھ کر شر پسند عناصر کی ریشہ دوانیوں اور تفرقہ انگیزیوں کا راستہ روک دیا ہے۔ تیسرے ہر فرقے کو پابند کر دیا ہے کہ وہ اپنے عقیدہ و مسلک کی توضیح و اشاعت میں مثبت و تعمیری انداز اختیار کرے۔ اِشارۃً و کنایۃً کسی دوسرے فرقے کی دِل آزاری، توہین یا استخفاف کا پہلو نہ نکل سکے۔ چوتھے تاریخی اِختلافات کو ختم کرنے کے لیے تمام فرقوں کے ماہر مؤرخین پر مشتمل ایک ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ قائم کرے جو مستند و محقق تاریخِ اِسلام مرتب کرے۔ قصہ گوئی، کذب آفرینی، افتراء پردازی، محفل آرائی اور خودساختہ ڈھکوسلوں سے مرتب شدہ تاریخی مواد کو نذرِ آتش کر دے۔ پانچویں عقیدہ و مسلک کے اِختلاف کی خلیج کو پاٹنے کے لیے ہمارے پیش کردہ فارمولا کے پہلے تین نکات کو عملی جامہ پہنایا جائے اور عشق و اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کو مرکزِ وحدتِ ملّی قرار دے کر حکومت کی نگرانی میں تعمیری، تحقیقی مذاکرات منعقد کیے جائیں، اور جن امور پر اِتفاقِ رائے ہو جائے اُس کی رُوئداد چھاپ دی جائے اور اُس کی وسیع اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ چھٹے یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں اور مدارسِ دینیہ میں اِتحاد بین المسلمین

کے مضمون کو لازمی قرار دیا جائے اور اِس موضوع پر محققانہ لٹریچر تیار کر کے قوم کو اکابر ومشاہیرِ اسلام کی تعظیم وتوقیر کا پابند بنایا جائے۔ ساتویں ایک عام چپراسی سے لے کر صدرِ مملکت تک، ایک عام سپاہی سے لے کر کمانڈر انچیف تک، اور ایک اَن پڑھ سادہ لوح مسلمان سے لے کر علاّمۂ اجل و عارفِ کامل تک سب کو وقتاً فوقتاً ریفرشر کورسز سے گزارا جائے۔ تعلیم وتربیت کے اِس ماحول میں صاحبِ ارشاد وصاحبِ علم وفضل اصحاب اپنے رُفقاء کو زندگی اور آخرت کے ہر پہلو میں ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے اُسوۂ حسنہ جنابِ رسالت مآب ﷺ کا پابند بنایا جائے۔''(۴)

(ج) پیر جسٹس محمد کرم کے پانچ نکات

پیر جسٹس محمد کرم شاہ الازہری کی شخصیت اعتدال وتوازن کی علمبردار اور رواداری واحترام کی شناخت تھی۔ انہوں نے باہم مکالمہ کے لیے درج ذیل نکات تجویز کیے:

۱۔ اتحاد کے داعی کو اپنی دعوت کی سچائی اور افادیت پر اتنا پختہ یقین ہونا چاہیے کہ اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات سے کسی طرح ہراساں نہ ہو۔

۲۔ زیادتی کرنے والے فریق کو روکا جائے، جس کی حق تلفی ہو، اس کی حق رسی کی جائے خواہ اس کا تعلّق کسی جماعت یا مکتبِ فکر سے ہو یعنی حقوق وفرائض کا پلڑا متوازن رہنا چاہیے۔

۳۔ ہر ایک فریق کو اتنا وسیع الظرف ہونا چاہیے کہ وہ دوسرے فریق کی بات سنے، اس میں دیانت داری سے غور وفکر کرے اور جس چیز کو حق جانے اسے اپنا لے۔

۴۔ عظمت رسالت اور تقدس نبوت ہی دین کی بنیاد ہے۔ اگر کسی بھی مکتبِ فکر کے لٹریچر میں کوئی ایسی عبارت ہو جس سے دین کی اس بنیاد پر اشارۃً یا صراحتہً حرف آتا ہو اسے حذف کر دینا چاہیے کیونکہ کوئی بھی غیرت مند مسلمان ایسی صورتِ حال سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔

۵۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی کے وقت ہر مکتبِ فکر سے تعلّق رکھنے والے افراد حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور فرزندانِ اسلام پر شرک وکفر کے فتوے لگانے سے بھی باز نہیں آتے، اس سلسلہ میں ایسے ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں کہ اس قسم کی غیر محتاط زبانیں بند ہو جائیں۔(۵)

(د) متحدہ علماء بورڈ کی سفارشات

مکالمہ بین المسالک کے لیے متحدہ علماء بورڈ نے اپنے دوسرے اجلاس منعقدہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۷ء میں رہنما اصول طے کیے۔ یہ رہنما اصول انتہا پسندانہ لٹریچر کی روک تھام کے لیے مرتب کیے گئے۔ اس مسودہ سفارشات پر صاحبزادہ حاجی فضل کریم، علامہ احمد علی قصوری، مولانا یوسف انور، مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، سید افتخار حسین نقوی، حافظ کاظم رضا نقوی اور دیگر علماء کے دستخط موجود ہیں۔ اہم نکات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ''توحید'' ملتِ اسلامیہ کے عقائد کا مرکزی نقطہ اور فکر وعمل کی اوّلین اساس ہے۔ یہ نقطہ تمام اسلامی

عقائد و اعمال اور جملہ اسلامی تعلیمات کے لیے اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے۔ یہی عقیدہ عالم کفر و طاغوت کے مقابلے میں ہماری ایمانی قوت کا سرچشمہ ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی طور پر بھی شرک کا ارتکاب ظلم عظیم ہے۔

۲۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان اور آپ کی ذاتِ اقدس کی محبّت و اطاعت کی نسبت، ہمارے دینی تشخّص، اجتماعی بقا اور ملی استحکام کی بنیاد ہے۔ آپ ﷺ کی ختم نبوت پر غیر متزلزل یقین ہمارے ایمان کا ناگزیر جزو ہے۔ تحفّظ ناموس رسالت ﷺ ہمارا ایمانی فریضہ ہے۔ حضور ﷺ کی بالواسطہ یا بلاواسطہ صراحتہً یا ''کنایتہً'' ادنیٰ گستاخی کا مرتکب بھی کافر، مرتد اور واجب القتل ہے۔

۳۔ ملتِ اسلامیہ کا متّفقہ اور اجتماعی عقیدہ ہے کہ قرآن کریم قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے آخری اور مکمّل ضابطہ حیات، سرچشمہء ہدایت اور واجب الاطاعت ہے۔ اس پر کامل یقین ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ رسول کریم ﷺ کا جاودانی معجزہ ہے۔ اس کتابِ الٰہی پر دین و ملت کی اساس قائم ہے۔ یہ سورہ فاتحہ سے والناس تک ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف سے ہمیشہ محفوظ رہا ہے اور رہے گا۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون'' فرما کر خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا شخص خارج از اسلام ہے۔

۴۔ جب اہلِ بیت کرام وائمہ اطہار رضوان اللہ عنہم اجمعین اساس ایمان اور حضور ﷺ کی محبّت کا جزو لاینفک ہے۔ ان ذوات مقدسہ کا ادب و احترام واجب ہے۔ اہلِ بیت نبوی ﷺ سے بغض و عناد رکھنے والا ایمان سے محروم اور خارج از اسلام ہے۔ ہر ایسا قول و فعل جس سے ان کی بالواسطہ تنقیص و اہانت کا پہلو نکلتا ہے، صریحاً ضلالت و گمراہی ہے۔

۵۔ جملہ محدثین، آئمہ مجتہدین، اولیائے کرام، صلحائے عظام اور بزرگانِ دین جن کی مساعی جمیلہ اور توسط سے ہم تک ایمان اور اسلام پہنچا ہے۔ ان کا ادب و احترام واجب ہے۔ (۶)

متحدہ علمی بورڈ نے ۲۲ دسمبر ۲۰۰۸ء/۲۳ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ کو تمام مکاتب فکر کے علماء کا ایک مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کیا، اس اعلامیہ کے درج ذیل نکات (نکتہ ۴،۵) مکالمہ بین المسالک کے حوالہ سے اہم ہیں اس اعلامیہ کے مسودہ پر بھی تمام مکاتب فکر کے مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں۔

۱۔ تمام مکاتبِ فکر کے علماء اس امر پر بھی متفق ہیں کہ کسی مسلمان کی دل آزاری نہ کی جائے۔ جس کے لیے ہم سب ''اپنے مسلک کو چھوڑو نہ اور دوسروں کے مسلک کو چھیڑو نہ'' کی پالیسی پر سختی سے کاربند رہیں گے۔

۲۔ عقائد کا اختلاف تمام مکاتبِ فکر میں موجود ہے، تاہم جملہ مکاتبِ فکر کے علماء/ خطباء اور ذاکرین بالخصوص محرم الحرام میں اپنے خطبات میں میانہ روی اور مثبت رویہ اختیار کریں گے تاکہ فرقہ وارانہ

کشیدگی پیدا نہ ہو۔ مزید برآں اسلام اپنی تعلیمات میں اہلِ کتاب اور غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سبق دیتا ہے۔ لہٰذا علماء کرام اپنے خطبوں میں رواداری اور اتحادِ اُمت پر بھی خصوصی زور دیں گے اور باہمی افتراق سے مکمّل احتراز کریں گے۔"(۷)

علماء کی درج بالا تجاویز و نکات سے یہ بات عیاں ہے کہ ہر فریق مکالمہ چاہتا ہے مگر اس کے لیے معاشرتی، سیاسی اور مذہبی سطح پر مناسب اقدامات نہیں کیے جا رہے۔ اس صورتِ حال کا تجزیہ کرنے سے مکالمہ کی راہ میں درج ذیل رکاوٹوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے:

۱۔ خود اپنے اور دیگر مکاتبِ فکر کے بنیادی مآخذ تک ہماری رسائی نہیں ہوتی جس کے نتیجہ میں غلط فہمیاں اور شکوک جنم لیتے ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ ہر مکتبہ فکر کی علمی سوچ اور طرزِ عمل میں تضاد ہوتا ہے۔

۲۔ مذہبی جماعتوں کی سیاسی وابستگیاں بھی اس مکالمہ کی راہ میں ایک رکاوٹ ہیں۔

۳۔ فروعی مسائل میں تشدد کا رویہ برتا گیا۔ اعتدال و توازن کو چھوڑ دیا گیا اور پھر میڈیا نے رائی کا پہاڑ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ عیسائیوں میں سینکڑوں کے حساب سے ایسے اختلافات موجود ہیں مگر ان کے لیے میڈیا نے تنگ نظری، بنیاد پرستی اور تشدد پسندی جیسے القابات منسوب نہیں کیے۔

۴۔ امت میں سیاسی، فقہی اور اعتقادی بنیادوں پر اختلافات سامنے آئے۔ اعتقادات جیسے اہم ترین مسئلہ پر علماء نے ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ مسلک یا دوسرے الفاظ میں قطعی اور ظنی عقائد میں فرق نہ کیا اور نہ ہی عوام الناس کو آگاہ کیا جس وجہ سے عملاً مکالمہ کا کام رک گیا۔ اس تقسیم کا حاصل یہی ہے کہ کسی مکتبِ فکر سے خروج کا نتیجہ ضروری نہیں کہ دین سے خروج ہی ہو۔ اس طرح اس تقسیم سے عدم آگاہی ہی مکالمہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

۵۔ معاشرہ تین عناصر افکار، افراد اور اشیاء سے تشکیل پاتا ہے۔ مکالمہ اسی وقت ممکن ہے جب افراد اور اشیاء کو افکار کے تابع کیا جائے۔ افراد اور اشیاء، افکار کے گرد گھومتی ہیں۔ اس طرزِ زیست میں اختلافِ رائے وحدتِ فکر پر منتج ہوتا ہے، نہ کہ مخالف پر مگر جب افراد بالادست ہوتے ہیں تو مسلکی تعصّب عود آتا ہے۔ افکار و اشیاء گروہی مصلحتوں کے تابع ہو جاتے ہیں اور مذہبی تعصّب انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہی المیہ ہے کہ ہمارے اکابرین، علماء، پیر، ذاکرین اور خطباء اہم ہیں اور فکر اسلامی کی حیثیت ثانوی ہے۔ حالانکہ اس فکر کی اہمیت بنیادی ہے یہ رکاوٹ جب تک دور نہ ہوگی مکالمہ بین المسالک ممکن نہ ہوگا۔

۶۔ تاریخی روایات کو ہم نے دینی حیثیت دے دی جس کے نتیجہ میں سیاسی اختلاف بھی ضروریاتِ دین کے درجہ میں آ گئے۔ اسی اصول اور پس منظر کے تحت مختلف مسلم ممالک کی پاکستان میں ضرورتیں بڑھ گئیں۔(۸)

اس ساری صورتِ حال میں ''موافقات'' کی بجائے ''مخالفات'' کی تشہیر کی گئی جس کے نتیجہ میں مختلف مکاتب میں خلیج بڑھتی ہی چلی گئی۔

مکالمہ کے لیے تین جہات سے کام کی ضرورت ہے۔ تین جہات درج ذیل ہیں:

۱۔ علمی جہت ۲۔ معاشرتی جہت ۳۔ سیاسی/حکومتی جہت

۱۔ علمی جہت

علمی جہت سے مراد یہ ہے کہ ہمیں علمی سطح پر کون سے اقدامات کیے جانے چاہئیں جن سے مکالمہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہوں۔ اس سلسلہ میں دیگر نکات کے ساتھ درج ذیل نکات اہم ہیں:

۱۔ فرقہ ورانہ تنظیموں کو خلافِ قانون قرار دیا جائے اور مذہبی عقائد و اعمال پر مشتمل لٹریچر تیار کروایا جائے اور مفت تقسیم کیا جائے یہ لٹریچر دینی بصیرت کا سبب بنے۔ اسی طرح مختلف مکاتبِ فکر کے رہنما مل بیٹھیں اور ایک دوسرے کے نظریات کے بارہ میں صحت مندانہ مکالمہ کریں اور اسلام کی ایک تعبیر پر اتفاق کریں۔

۲۔ شیعہ اور سنی مکتبۂ فکر کی متفق روایاتِ حدیث کا مستند مجموعہ مرتب کیا جائے۔

۳۔ ہمارے اسلاف، صحابہ، اہلِ بیت، اولیاء، محدثین، پوری امت کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ان کے ایام ولادت و وصال کو سب مکاتبِ فکر اکٹھا مل کر منائیں ایک ہی سٹیج پر مختلف مکاتبِ فکر کے رہنما موجود ہوں تو عوام میں اعتدال آئے گا یہ اہتمام سرکاری و غیر سرکاری ادارے کریں۔

۴۔ تاریخِ اسلام کو از سرِ نو مرتب کر کے ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات سے پاک کیا جائے۔ مسلمانوں کے شاندار ماضی کو اُجاگر کیا جائے۔

۵۔ تمام مکاتبِ فکر کے دینی مدارس (حفظ اور ناظرہ کے درجات کو چھوڑ کر اس وقت پاکستان کے دینی مدارس کے طلباء کی تعداد تقریباً دو لاکھ ہے) میں یکساں نصاب رائج کیا جائے اور پانچ مختلف وفاق بنانے کی بجائے ایک بورڈ کے تحت امتحان لیے جائیں۔ اس سلسلہ میں اساتذہ کو خصوصی تربیت دی جائے۔

۲۔ معاشرتی جہت

۱۔ صوفیا کی تعلیمات کا بنیادی نکتہ انسانی احترام، باہمی محبّت، خدمتِ خلق اور رواداری تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ صوفیا کی تعلیمات کے حوالہ سے اخبارات میں فیچر شائع کیے جائیں، نصاب کی کتابوں میں ان کو شامل کیا جائے اور ریڈیو ٹیلی ویژن پر نشر کیے جائیں۔

۲۔ خدمتِ خلق کی اہمیت اور معاشرتی ارتقاء میں اس کا کردار اور خدمتِ خلق کے لیے اسلام کی خصوصی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے۔

۳۔ تنگ نظری، قوم پرستی، نسلی دشمنی اور مذہبی تعصّب سے نجات حاصل کی جائے۔ اس کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر مذہبی عدم رواداری کے خلاف وسیع پیمانے پر مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ نیز ہمیں لوگوں کو اس بات کی پوری آزادی دینا ہوگی کہ ہر کوئی اپنے طریقے سے عبادات اور رسوم ادا کرے اور کوئی بھی دوسرے مسلک پر اپنے مسلک کے تصورات کو مسلّط نہ کرے۔

۳۔حکومتی جہت

حکومتی/سیاسی سطح پر درج ذیل اقدامات مکالمہ کے لیے اہم ہیں:

۱۔ ایسی احادیث اور آیات جو اخوت و محبّت، اتحادِ امت، انسانی عزت و احترام رواداری سے متعلّق ہیں ان کو مختلف کرنسی نوٹوں پر تحریر کیا جائے، ہر چوک میں بورڈز لگائے جائیں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے ایسی آیات و احادیث کو نشر کیا جائے۔ جیسے:

☆ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔

☆ اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

☆ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

☆ مسلمان کو گالی دینا فسق اور مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے۔

☆ جس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنا اور لکھنا قابلِ سزا جرم قرار دینے کے لیے قانون سازی کی جائے۔

۳۔ ملک میں موجود ہر قسم کے متنازعہ لٹریچر کو ضبط کر لیا جائے اور آئندہ سے ایسے لٹریچر پر پابندی لگا دی جائے۔

۴۔ ذرائع ابلاغ کی تطہیر کی جائے۔

مسائل کا حل مکالمہ ہی ہیں لیکن اس مکالمہ کے لیے اخلاص اور درست لائحہ عمل ضروری ہے۔ اتحاد بین المسلمین کے لیے دی جانے والی درج بالا تمام تجاویز اگر اخلاص اور صحیح طریق سے حکومت نافذ کرے تو صحیح نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ یہ بھی اشد ضروری ہے کہ مکالمہ میں معاشرہ کے تمام طبقات مل کر کام کریں، تبھی امن کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ البقرہ: ۳۲

۲۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جلد ۲، ص ۱۹۲

۳۔ نیازی، مولانا عبدالستار، اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت، والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۰۔۱۱۱

۴۔ نیازی، مولانا عبدالستار، اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت، ص ۱۸۔۲۱

۵۔ احمد بخش، پروفیسر (مرتب)، مقالات ضیاء الامت، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، جلد اوّل، ص ۵۳

۶۔ یہ نکات مذکورہ سفارشات کے مسودہ سے نقل کیے گئے ہیں۔

۷۔ نقل از مسودہ مشترکہ اعلامیہ

۸۔ قریشی، محمد اسحاق، ڈاکٹر، (مرتب)، نبی اکرم کے اسوۂ حسنہ اور تعلیمات کی روشنی میں احترامِ آدمیت، مقالہ بعنوان ''مکالمہ بین المسالک''، فیصل آباد: طیب گروپ آف انڈسٹریز، ۲۰۰۸ء، ص ۴۰۸۔۳۸۹